© rasailojaraid.com

پھرتیاں

جہانِ تازہ

ف ۔ ر ۔ ی

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں محکمہ پولیس کو یہ شرف حاصل ہے کہ ہر گھڑے کے منہ پر فِٹ ہو جاتی ہے۔ ہر حکمران نے پولیس کو اپنے مقاصد کے لیے اپنے مخالفین کے خلاف بطورِ ہتھیار استعمال کیا ہے۔ کبھی ذوالفقار علی بھٹو کی عوامی حکومت میں عوام کے سینے گولیوں سے چھلنی کرنے والی بھی یہ پولیس تھی کیونکہ عوامی راج تھا اور اُس وقت عوام شاید ''پیپلز پارٹی'' کا نام تھا کیونکہ ہر حکمران کی عوام اپنی ہوتی ہے۔ اُس میں ترمیم یا تبدیلی کا کسی دوسرے کو حق نہیں ہوتا۔ پھر ضیاء الحق کی اسلامی حکومت آئی تو وہی پولیس جو کل تک نفاذِ اسلام کا مطالبہ کرنے والوں پر ڈنڈے اور گولیاں برساتی تھی' آج چوکوں اور چوراہوں میں منہ سونگھنے پر مامور تھی اور جہاں کبھی کوئی جوڑا نظر آ جاتا تو اُس کے لیے قیامت آ جاتی اور پولیس کی عید ہو جاتی۔ حتیٰ کہ عمر رسیدہ لوگوں نے بھی نکاح نامے اپنی جیبوں اور پرسوں میں رکھنے شروع کر دیئے۔ پھر یہی سلسلہ بے نظیر اور نواز شریف کے ادوارِ حکومت میں چلتا رہا۔ حتیٰ کہ جنرل پرویز کا اعتدال پسند' روشن خیال جرنیلی جمہوریت کا ہر قاعدے قانون سے بالاتر دور آیا تو پولیس جو پہلے ہی ''ہتھ چھٹ'' تھی اس کی تو گویا لاٹری نکل آئی اور چھوٹے پرویز نے نہلے پہ دہلا کا منظر پیش کرتے ہوئے مزید اختیارات اور فنڈز کا تڑکا لگا دیا۔ تو اب اس کی آنیاں جانیاں دیکھنے اور سننے کے قابل ہیں۔ یوں تو مفاد پرست اور خود غرض ٹولے کا ہر ایک فرد شاہ سے زیادہ شاہ کا وفادار ہونے کا ثبوت مہیا کرنے کی جستجو میں رہتا ہے' مگر پولیس کا محکمہ ان سب سے نرالا ہے۔

مثلاً کچھ عرصہ سے وطنِ عزیز میں اغواء برائے تاوان کے ساتھ ساتھ اغواء برائے گم کردن کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے اور اغواء برائے تاوان کرنے والے ڈاکوؤں' رسہ گیروں اور داداگیروں کی کاربن کاپی' جسے یقیناً ڈاکو تو نہیں کہا جا سکتا البتہ کوئی ان کے شایانِ شان نام تجویز کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً جسے چاہتی ہے دن کے اجالے اور رات کے اندھیرے میں امتیاز کیے بغیر گھر' مسجد' دفتر سے اٹھا لیتی ہے اور کوئی اس کا اتہ پتہ بتانے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ سپریم کورٹ کے کرتا دھرتا بھی یہ کہہ کر تعاون کرنے سے انکار کر دیتے ہیں کہ ہم فوج کے خلاف حکم نہیں دے سکتے۔ لیکن جب ''شاہ'' روشن خیالی کا چراغ روشن رکھنے کے لیے بسنت کا تہوار منانے کا اعلان کرتا ہے (سپریم کورٹ کی پابندی کے باوجود) تو پنجاب حکومت ''شاہ'' سے زیادہ وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے اجازت نامہ جاری کر دیتی ہے اور گورنر کی طرف سے آرڈیننس آ جاتا ہے کہ اب قانونی تحفظ کے ساتھ لوگوں کے گلے کاٹے جائیں گے۔ کچھ کی ہڈی پسلی توڑ دی جائے گی اور کچھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لوگوں کے الیکٹرانک سامان کو جلا کر انھیں زندہ رہنے کی سزا دی جائے گی اور جو لوگ بالکل ہی اس روشنی سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے' انھیں واپڈا کے اربوں کے خسارے کو بجلی کے بلوں کی شکل میں پورا کر کے انتہا پسند ہونے کا مزا چکھایا جائے گا۔ پھر عدالتِ عظمیٰ اس میں یہ کہہ کر اپنا حصہ ڈالتی ہے کہ اس میں سپریم کورٹ کو ملوث نہ کیا جائے۔ یعنی اپنی مرضی سے جو چاہو کر لو' بس ہمیں ایک طرف رہنے دو۔ حالانکہ معمولی معمولی باتوں پر غریب کو توہین عدالت کا نوٹس دینے والی عدلیہ شاید اتنے بڑے اقدام کو توہین خیال نہیں کرتی۔

خیر خیال اپنا اپنا۔ یہ سارے اقدامات صرف اور صرف شاہ سے زیادہ وفاداری کا ثبوت دینے کے لیے ہیں۔ لیکن پولیس ان سب سے دو چار نہیں کئی ہاتھ آگے ہے۔ کیونکہ اُسے معلوم ہے کہ موجود حکومت کی ترجیحات کیا ہیں اور اس کی آنکھ کا تارا کس طرح بنا جا سکتا ہے؟ چنانچہ پولیس علماء کرام کے خلاف خم ٹھونک کر میدان میں نکلی ہوئی ہے اور علماء کرام کے خلاف ہر وہ قدم اٹھانے کی کوشش کرتی ہے' جس سے یہ ثابت ہو کہ پولیس موجودہ حکومت کی نا صرف وفادار بلکہ شاہ سے بھی زیادہ وفادار ہے۔ اگرچہ وہ اقدام حقائق اور اخلاق و کردار سے کتنا ہی متصادم کیوں نہ ہو۔ مثلاً ضلع شیخوپورہ کے ایک مشہور قصبہ فیروز وٹواں (جو شیخوپورہ' فیصل آباد کے مین روڈ پر واقع ہے) میں ایک بہت ہی سنجیدہ' زیرک اور تحمل بردار بزرگ ہوتے تھے۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب جنہوں نے نوعمری' جوانی اور بڑھاپا بھی دین اسلام کی تبلیغ میں گزار دیا اور پورے علاقے میں وہ قابل احترام بزرگ سمجھے جاتے تھے۔ جب وہ فوت ہوئے تو ان کی وفات کے ۱۳۴۔ دن بعد تھانہ بھکی کی پولیس نے ان کے خلاف ناجائز لاؤڈ سپیکر کے استعمال کا مقدمہ درج کر دیا۔

قارئین ذی وقار...... تو معلوم نہیں پولیس کے اس اقدام کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔ مگر میں تو اسے پولیس کی روایتی پھرتیوں کا حصہ سمجھتا ہوں' جس کا تذکرہ گذشتہ سطور میں کیا جا چکا ہے۔

بغیر کسی قسم کا افسوس کیے (کہ اس محکمہ کی کارکردگی پر افسوس کرنا' افسوس کو بھی ضائع کرنے کے مترادف ہے) صرف یہ مشورہ دینے کی جسارت کروں گا کہ کوئی پولیس والا ایسا نہیں جس کے باپ کا نکاح کسی مولوی نے نہ پڑھایا ہو اور جب یہ خود پیدا ہوا تو اس کے کان میں اذان بھی کسی مسجد کے مولوی اور امام میں اسے ہی کسی نے کہی ہو گی۔ اور جب یہ مریں گے تو ان کے جنازے بھی مولوی ہی پڑھائیں گے اور پھر ان کی بخشش کے لیے جائز و ناجائز طریقے بھی کوئی مولوی ہی اختیار کرے گا۔ حکمرانوں کی نوازشات تو عارضی اور وقتی ہوں گی' لیکن علماء کرام کے احسانات تو پیدائش سے بھی پہلے شروع ہو جاتے ہیں جو کہ موت کے بعد تک جاری رہتے ہیں۔ اگر علماء کرام کے ان احسانات کا کماحقہ بدلہ نہیں چکایا جا سکتا تو کم از کم جتنی خدمت حکمرانوں کی کی جاتی ہے' اس کا عشر عشیر ہی علماء کو احترام دیں یا کم از کم ان کی بے حرمتی کرنے کے لیے عقل و شعور کا دامن تو نہ چھوڑیں۔

آگے آپ کی مرضی

© rasailojaraid.com